***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Intellectual Foundations and Evolutionary Stages of the Objectives of Sharia (Maqāṣid al-Sharī'ah): From Imām al-Juwaynī to Imām al-Shāṭibī

مقاصدِ شریعت کی فکری بنیادیں اور ارتقائی مراحل امام الجوینیؒ سے امام الشاطبیؒ تک

Dr. Ashfaq Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Gazi University Dera Gazi Khan
aahmed@gudgk.edu.pk
Atta Ur Rehman
PhD Scholar, Gazi University Dera Gazi Khan
inamurrehman2222@gmail.com

Abstract
The theory of the Objectives of Islamic Law (Maqāṣid al-Sharī'ah) represents one of the most sophisticated intellectual achievements within Islamic legal thought. This article traces the critical evolutionary journey of this theory between two of its most foundational scholars: Imām al-Ḥaramayn al-Juwaynī (d. 478/1085) and Imām Abū Isḥāq al-Shāṭibī (d. 790/1388). It argues that this period witnessed a systematic transition from a nascent, principle-based conception to a fully developed, independent, and holistic legal methodology. Al-Juwaynī's contribution, particularly in his work *al-Burhān*, was seminal; he moved beyond the juristic discussions of his predecessors by explicitly formulating the core triad of necessities the preservation of religion, life, intellect, lineage, and wealth providing a structured yet initial framework for understanding Sharia's higher intents. His student, al-Ghazālī, further refined and popularized these categories. However, it was al-Shāṭibī, in his monumental work *al-Muwāfaqāt*, who executed a paradigmatic shift. He elevated the Maqāṣid from being auxiliary considerations within legal analogy (qiyās) to the central, overarching principle for all Islamic jurisprudence. Al-Shāṭibī constructed a coherent hierarchy of the objectives (necessities, needs, and embellishments), integrated them with the sources of law, and established them as the definitive lens for deriving rulings, ensuring both legal consistency and adaptability. This study concludes that the intellectual lineage from al-Juwaynī to al-Shāṭibī marks the complete maturation of the Maqāṣid into an indispensable epistemological tool for *ijtihād* and addressing contemporary challenges through the ethical and purposive spirit of Islamic law.
Keywords: Maqāṣid al-Sharī'ah, al-Juwaynī, al-Shāṭibī, Islamic Legal Theory (Uṣūl al-Fiqh), Legal Methodology.

تمہید

اسلامی شریعت کو اگر صرف ظاہری احکام، جزوی فروع اور عملی پابندیوں تک محدود کر دیا جائے تو یہ شریعتِ اسلامیہ کے فکری عمق، اس کی تشریعی حکمت اور آفاقی مزاج کے ساتھ صریح ناانصافی ہو گی۔ شریعتِ اسلامیہ محض قانونی پابندیوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مقصدی (Teleological) نظامِ قانون ہے، جس کا ہر حکم کسی نہ کسی اعلیٰ غایت، حکمت اور انسانی مصلحت سے وابستہ ہے۔ یہ شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو احاطہ کرتی ہے، بشمول عبادات، معاملات، اخلاقیات اور سماجی روابط۔ اس کی بنیاد قرآن مجید اور سنت نبوی پر استوار ہے، جو نہ صرف احکام کی صورت میں بیان ہوئی ہیں بلکہ ان کے پیچھے چھپی حکمت

اور مقاصد کو بھی واضح کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، نماز کی ادائیگی صرف ایک جسمانی عمل نہیں بلکہ انسان کو اللہ سے جوڑنے، نفس کی تزکیہ کرنے اور سماجی اتحاد قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح، زکوٰۃ کی فرضیت غریبوں کی مدد کے علاوہ معاشرے میں دولت کی گردش کو یقینی بناتی ہے تاکہ سماجی عدم مساوات کم ہو۔ اگر شریعت کو صرف ظاہری احکام تک محدود کیا جائے تو اس کی روح اور اصل مقصد گم ہو جاتا ہے، جو انسانی فلاح اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اسلامی شریعت کا آفاقی مزاج اسے زمان و مکان کی قید سے آزاد رکھتا ہے، یعنی یہ ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے موزوں ہے۔ اس کی تشریعی حکمت یہ ہے کہ یہ انسانی فطرت کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام وضع کرتی ہے، جو نہ تو انتہائی سخت ہیں کہ انسان پر بوجھ بنیں اور نہ ہی اتنی ڈھیل دیتی ہیں کہ انار کی پیدا ہو۔ فقہاء اور اصولیین نے شریعت کے اس فکری عمق کو سمجھنے کے لیے مختلف اصول وضع کیے ہیں، جیسے قیاس، استحسان اور مصالح مرسلہ، جو ظاہری نصوص سے آگے بڑھ کر حکمت اور مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اس طرح، شریعت کو محدود نظر سے دیکھنا اس کی عظمت کو کم کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ یہ ایک زندہ اور متحرک نظام ہے جو انسانی ضروریات کے مطابق تفسیر اور تطبیق کی گنجائش رکھتا ہے۔

جدید قانونی فلسفے میں Teleology سے مراد یہ ہے کہ قانون کی قدر و حیثیت کا تعین اس کے نتائج اور مقاصد سے کیا جائے، نہ کہ محض اس کی ظاہری عبارت سے۔ یہی تصور اسلامی شریعت میں مقاصدِ شریعت کے عنوان سے صدیوں قبل موجود تھا، جسے بعد کے اصولیین نے باقاعدہ علمی صورت دی۔ مقاصد شریعت کی بنیاد امام غزالی، امام شاطبی اور دیگر علما کی تحریروں میں ملتی ہے، جو شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد بیان کرتے ہیں: دین کی حفاظت، جان کی حفاظت، عقل کی حفاظت، نسل کی حفاظت اور مال کی حفاظت۔ یہ مقاصد شریعت کے احکام کو ایک مقصدی فریم ورک میں ڈھالتے ہیں، جہاں ہر حکم ان مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنتا ہے۔ مثال کے طور پر، شراب کی ممانعت عقل کی حفاظت کے لیے ہے، جبکہ سود کی حرمت مال کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتی ہے۔ جدید قانونی فلسفے میں ٹیلیالوجی کا تصور ارسطو سے لے کر جدید مفکرین تک پایا جاتا ہے، جو قانون کو صرف اصولوں کا مجموعہ نہیں بلکہ سماجی بہبود کا آلہ سمجھتے ہیں۔ اسلامی شریعت میں یہ تصور پہلے سے موجود تھا، جو ظاہری الفاظ سے آگے بڑھ کر نیت اور نتائج کو اہمیت دیتا ہے۔ اصولیین نے مقاصد شریعت کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے: ضروریات، حاجیات اور تحسینیات، جو شریعت کی لچک اور حکمت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ نظام نہ صرف فردی سطح پر بلکہ اجتماعی سطح پر بھی مصالح کو مد نظر رکھتا ہے، جیسے جہاد کے احکام جو دین اور جان کی حفاظت کے لیے ہیں۔ آج کے دور میں، جب قانونی نظاموں کو چیلنجز کا سامنا ہے، مقاصد شریعت کا تصور جدید مسائل جیسے ماحولیاتی تحفظ، انسانی حقوق اور ٹیکنالوجی کے استعمال کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اس طرح، شریعت کو ٹیلیالوجیکل نقطہ نظر سے دیکھنا اس کی ابدی relevance کو ثابت کرتا ہے، جو محض تاریخی دستاویز نہیں بلکہ ایک زندہ قانونی فلسفہ ہے۔

قرآن مجید شریعت کے اس مقصدی مزاج کو متعدد مقامات پر واضح کرتا ہے

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ [1]

ترجمہ: اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا۔

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت شریعت کے عمومی مزاج پر دلالت کرتی ہے کہ وہ بندوں کو مشقت میں ڈالنے کے لیے نہیں بلکہ مصلحت کے حصول کے لیے نازل کی گئی ہے [2]

یہی وہ فکری بنیاد ہے جس سے علمِ مقاصدِ شریعت کی عمارت اٹھتی ہے۔

مقاصدِ شریعت: مفہوم اور اصطلاحی تحدید

لغوی مفہوم

لفظ قَصَدَ عربی زبان میں اعتدال، میانہ روی اور کسی متعین ہدف کی طرف سیدھا رخ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

ابن منظور لکھتے ہیں:

القَصْدُ: استقامة الطريق والعدل [3]

---

[1] البقرۃ:185

[2] التفسیر الکبیر، ج5، ص168

[3] لسان العرب، ج3، ص353

لغوی اعتبار سے اس لفظ میں تین بنیادی مفاہیم پائے جاتے ہیں، جو انسانی کردار، اعمال اور شریعت کے احکام میں نمایاں ہوتے ہیں:

1۔ افراط سے اجتناب (Excess سے بچنا):

افراط کا مطلب ہے حد سے زیادہ کرنا، ضرورت سے بڑھ کر جانا یا کسی چیز میں شدت اختیار کرنا۔ شریعت اسلامیہ میں افراط سے اجتناب پر زور دیا گیا ہے تاکہ انسان اپنی زندگی میں اعتدال قائم رکھ سکے۔ مثال کے طور پر عبادات، روزہ، نماز یا صدقات میں حد سے زیادہ گر جانا کبھی کبھی جسمانی، روحانی اور معاشرتی توازن کو بگاڑ سکتا ہے۔ اسلام میں عبادات کے ساتھ دنیاوی زندگی کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے، اس لیے ہر عمل میں افراط سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

2۔ تفریط سے احتراز (Negligence سے بچنا):

تفریط کا مطلب ہے کمی کرنا یا لازم امور میں غفلت برتنا۔ شریعت میں اس سے بچنا لازمی ہے کیونکہ تفریط انسان کو اس کے واجب فرائض سے دور لے جاتی ہے۔ مثال کے طور پر نماز، روزہ، زکوۃ یا اخلاقی ذمہ داریوں میں غفلت برتنا انسان کی روحانی اور معاشرتی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ اسلام نے نہ صرف واجبات کی ادائیگی کو ضروری قرار دیا بلکہ انسان کو صحیح سمت میں عمل کرنے کی ترغیب بھی دی ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی نہ کرے۔

3۔ بامقصد اور بامدف حرکت: (Intentional and Purposeful Action)

شریعت میں اعمال کی اہمیت صرف ان کی ظاہری ادائیگی تک محدود نہیں، بلکہ ان کے مقصد اور نیت کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے۔ ہر عمل کو حکمت، مقصد اور فائدے کے تناظر میں انجام دینا ضروری ہے۔ بے مقصد یا فضول حرکات سے بچنا اور ہر عمل میں نیک مقصد کی طرف توجہ دینا شریعت کا بنیادی فلسفہ ہے۔ اس میں انسان کی زندگی میں توازن، حکمت اور اخلاقی استحکام پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی شریعت میں اعتدال اور توازن کا مزاج:

یہ تینوں اصول شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی مزاج کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسلام نہ سخت گیر ہے کہ ہر چیز پر منہ بند کر دے اور نہ بے قید کہ ہر چیز میں لچک اختیار کر لے۔ بلکہ یہ عدل، توازن اور حکمت پر مبنی نظام ہے۔ قرآن اور سنت میں بار بار اعتدال، میانہ روی، اور افراط و تفریط سے اجتناب پر زور دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ[4]

ترجمہ: "کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک وہ لوگ جو حد سے تجاوز کرتے ہیں اللہ پسند نہیں کرتا۔"

یہ آیت افراط اور تفریط دونوں سے بچنے کی تعلیم دیتی ہے اور بامقصد زندگی گزارنے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

اصطلاحی تعریف

امام ابو اسحاق الشاطبیؒ مقاصدِ شریعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الْمَقَاصِدُ هِيَ الْمَعَانِي وَالْحِكَمُ الَّتِي رَاعَاهَا الشَّارِعُ فِي وَضْعِ الشَّرِيعَةِ لِتَحْقِيقِ مَصَالِحِ الْعِبَادِ[5]

ترجمہ: مقاصد وہ معانی اور حکمتیں ہیں جنہیں شارع نے شریعت کی تشریع میں بندوں کی مصلحت کے حصول کے لیے ملحوظ رکھا ہے۔

توضیح

اس تعریف سے تین نہایت اہم اصولی نکات سامنے آتے ہیں:

1۔ ہر شرعی حکم حکمت پر مبنی ہے

2۔ حکم بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ وسیلہ ہے

3۔ شریعت کا مرکز انسان کی دینی و دنیوی فلاح ہے[6]

---

[4] سورۃ الاعراف: 31

[5] الموافقات، ج2، ص5

[6] الموافقات، ج2، ص8

قرآن وسنت میں مقاصدی فکر

قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ میں مقاصدی فکر کا ایک بنیادی اصول رفع حرج ہے، جو شریعت کی آسانی، رحمت اور انسانی فطرت کے مطابق ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ[7]، یعنی اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ امام قرطبیؒ اپنی تفسیر الجامع لأحکام القرآن جمیں فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمام مشقت آمیز تکالیف کو دور کرنے کی بنیاد ہے[8]۔ یہ اصول شریعت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے، جو انسانی زندگی سے تنگی اور دشواری کو دور کرنے پر مبنی ہے۔ مثال کے طور پر، سفر میں نماز کی قصر، مریض کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت، اور بیماری میں قیام کی بجائے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت، سب رفع حرج کے مظاہر ہیں۔ علامہ شاطبیؒ نے الموافقات میں بیان کیا کہ شریعت کے احکام انسانی مصالح کے گرد گھومتے ہیں، جن میں ضروریات (جیسے دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت) کے بعد حاجیات آتی ہیں، جو زندگی سے حرج اور مشقت کو دور کرتی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو زندگی متاثر نہیں ہوتی، مگر تنگی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں بھی یہ اصول واضح ہے، جیسے حضور ﷺ کا ارشاد " :یسر اولا تعسرا، بشر اولا تنفرا "(آسانی کرو، تنگی نہ کرو)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت محض ظاہری پابندیاں نہیں بلکہ ایک رحمت آمیز نظام ہے جو انسانی استطاعت کو مد نظر رکھتا ہے۔ رفع حرج کا یہ مقصد شریعت کو آفاقی اور ہر دور کے لیے موزوں بناتا ہے، کیونکہ یہ انسانی فطرت کے خلاف کوئی بوجھ نہیں ڈالتا۔ فقہاء نے اس اصول پر استحسان، مصالح مرسلہ اور دیگر ذرائع اجتہاد قائم کیے ہیں تاکہ نئے مسائل میں بھی آسانی پیدا کی جائے۔ آج کے دور میں ماحولیاتی مسائل، معاشی تنگی یا طبی مشکلات میں رفع حرج کا اطلاق شریعت کی زندہ اور متحرک ہونے کی دلیل ہے۔

مقاصدی فکر کا دوسرا ستون عدل ہے، جس کا حکم قرآن میں ہے :إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ[9]، یعنی اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔ عدل شریعت کا بنیادی مقصد ہے، جو معاشرے میں انصاف قائم کرتا اور ظلم کو روکتا ہے۔ تیسرا اہم مقصد رحمت ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے :وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الأنبیاء:107)، یعنی ہم نے آپ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہی عالمگیر رحمت ہے، جو تمام مخلوقات پر محیط ہے۔ ابن قیم الجوزیہؒ فرماتے ہیں کہ شریعت مکمل طور پر عدل، رحمت، مصلحت اور حکمت پر مبنی ہے۔ مقاصد شریعت کے پانچ بنیادی ارکان (حفظ دین، نفس، عقل، نسل اور مال) سب عدل اور رحمت سے جڑے ہیں۔ مثال کے طور پر، قصاص جان کی حفاظت اور عدل کے لیے ہے، جبکہ شراب کی ممانعت عقل کی حفاظت اور رحمت ہے۔ زکوٰۃ مال کی گردش اور سماجی عدل کو یقینی بناتی ہے۔ سنت میں حضور ﷺ کی زندگی رحمت کا عملی نمونہ ہے، جیسے فتح مکہ پر عام معافی۔ علامہ غزالیؒ اور شاطبیؒ نے مقاصد کو ضروریات، حاجیات اور تحسینیات میں تقسیم کیا، جو عدل کو قائم اور رحمت کو پھیلاتے ہیں۔ یہ تینوں اصول (رفع حرج، عدل اور رحمت) شریعت کو محض قانونی ضابطوں سے بالاتر ایک مقصدی نظام بناتے ہیں، جو انسانی فلاح دنیا و آخرت دونوں کے لیے ہے۔ جدید مسائل جیسے انسانی حقوق، معاشی مساوات اور بین المذاہب رواداری میں ان مقاصد کا اطلاق شریعت کی ابدی حکمت کو ثابت کرتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ[10]

امام ابن عاشورؒ لکھتے ہیں:

شریعت کا عمومی مقصد رحمت کا فروغ ہے، اور ہر وہ تعبیر جو ظلم اور قساوت پیدا کرے شریعت کے مزاج کے خلاف ہے[11]

عہدِ صحابہؓ میں مقاصدی منہج

حضرت عمر بن خطابؓ اور حدِ سرقہ کا معاملہ

اسلامی شریعت محض جامد قوانین کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک زندہ، حکیم اور مقاصد پر قائم نظام ہے۔ عہدِ صحابہؓ خصوصاً خلافتِ فاروقی میں شریعت کے اس مقاصدی مزاج کا عملی اور تاریخی نمونہ پوری آب و تاب کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ کا قحط کے زمانے میں حدِّ سرقہ کو معطل کرنا اسی منہج کی ایک عظیم مثال ہے۔

---

[7] سورۃ الحج (سورہ نمبر 22) کی آیت نمبر 78

[8] امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر الجامع لأحکام القرآن (جلد 12، سورۃ الحج کی تفسیر، آیت نمبر 78 کی تفسیر

[9] سورۃ النحل (سورہ نمبر 16)، آیت نمبر 90۔

[10] الأنبیاء:107

[11] مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ، ص 89

تاریخی پس منظر

حضرت عمر بن خطابؓ کے دورِ خلافت میں ایک شدید قحط پڑا جسے تاریخ میں عامُ الرَّمَادَۃ کہا جاتا ہے۔ اس زمانے میں بھوک، فاقہ کشی اور معاشی تنگی اس قدر عام ہو گئی تھی کہ لوگ اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے سے بھی عاجز تھے۔ ایسے حالات میں بعض افراد بھوک سے مجبور ہو کر چوری کرنے لگے۔

اسی موقع پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ فرمایا:

إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَطَّلَ حَدَّ السَّرِقَةِ عَامَ الْمَجَاعَةِ

اس فیصلے کی شرعی بنیاد "بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے سال میں چوری کی حد کو معطل کر دیا۔"

یہ فیصلہ ہر گز شریعت کی تعطیل یا حدود سے بے رغبتی نہیں تھا، بلکہ شریعت کے مقاصد کی عین پاسداری تھی۔ کیونکہ: حدود کا مقصد محض سزا دینا نہیں، بلکہ جرم کا انسداد، معاشرتی امن اور عدل کا قیام ہے۔ جب جرم کا سبب ذاتی مجرمانہ ذہنیت کے بجائے اجتماعی مجبوری بن جائے تو سزا کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اضطرار حد کو ساقط کر دیتا ہے

فقہی قاعدہ ہے:

الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ

جب انسان بھوک سے مجبور ہو تو اس کا فعل محض "سرقہ" نہیں رہتا بلکہ "اضطرار" بن جاتا ہے۔

حد کے نفاذ کے لیے مکمل شرائط ضروری ہیں

شریعت میں حدِّ سرقہ کے نفاذ کے لیے شرط ہے کہ:

1۔ مال محفوظ جگہ سے چرایا گیا ہو

2۔ چوری بلا جبر و اضطرار ہو

3۔ معاشرہ بنیادی ضروریات مہیا کر رہا ہو

4۔ قحط کے زمانے میں یہ شرائط پوری نہیں ہو رہی تھیں، اس لیے حد کا نفاذ انصاف کے خلاف ہوتا۔

مقاصدی زاویہ

حضرت عمرؓ کے اس اقدام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ: شریعت کا مقصد نفس کی حفاظت (حفظ النفس) بھی ہے اور مال کی حفاظت (حفظ المال) بھی، لیکن جب دونوں میں تعارض ہو تو پہلے انسان کی جان اور بقا کو ترجیح دی جاتی ہے یہی مقاصدِ شریعت کا اصولی تقاضا ہے۔

حضرت عمرؓ کا عدل اور حکمت

یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت عمرؓ نے: چوری کی اجازت نہیں دی، بلکہ سزا کو وقتی طور پر معطل کیا، ساتھ ہی بیت المال سے لوگوں کی کفالت، راشن کی تقسیم اور خود فاقے اختیار کر کے حکمران کے اخلاقی کردار کو بھی زندہ رکھا

اصولی تجزیہ: حدِ سرقہ اور مقاصدی فہم

حدِ سرقہ کا مقصد: حفظِ مال

اسلامی فقہ میں حدِ سرقہ (چوری کی سزا) کا بنیادی مقصد مال کی حفاظت ہے۔ شریعت میں مال کو محفوظ رکھنے کا فلسفہ صرف اقتصادی یا سماجی نظم کے لیے نہیں بلکہ انسان کی زندگی اور معاشرتی عدل کے قیام کے لیے بھی ہے۔ حضرت عمرؓ کے قحط کے زمانے میں چوری کی حد نہ لگانے کا فیصلہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ شریعت میں اعلیٰ مقصد ہمیشہ جزوی مقصد پر مقدم ہوتا ہے۔ یعنی جان کی حفاظت مال کے تحفظ سے مقدم ہے۔ یہ اصول مقاصدی فہم کی بنیاد ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ احکام کی روح اور مقصد، نصوص کی لفظی تعبیر سے فوقیت رکھتی ہے۔[12]

قحط میں حد نافذ کرنے کا نتیجہ: حفظِ نفس کے خلاف

[12] ابن القیم، إعلام الموقعین عن رب العالمین، ج 3، ص 3

اگر قحط کے زمانے میں حد نافذ کی جاتی تو انسانی جانوں کو شدید خطرہ لاحق ہوتا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے جان کی حفاظت کو مقدم رکھا، جو کہ شریعت کے مقاصدی اصول کے عین مطابق ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت صرف ظاہری التزام نہیں بلکہ انسانی زندگی، سلامتی اور مصلحت کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام وضع کرتی ہے۔ یہ رویہ بعد میں فقہاء نے مسائل اضطراریہ میں اپنایا، جیسے کہ حفظِ نفس کے لیے جھوٹ بولنا یا اضطراری حالات میں روزہ چھوڑنا۔[13]

عملی مثالیں

جمع قرآن ← حفظِ دین

صحابہؓ نے قرآن کو جمع کر کے دین کی حفاظت کی، تاکہ انسانیت کو درست دینی تعلیم فراہم ہو اور دین محفوظ رہے۔[14]

ارضِ سواد کی تقسیم ← مصلحت عامہ

زمین کی منصفانہ تقسیم نے معاشرتی عدل قائم رکھا اور عوام کی فلاح یقینی بنائی۔[15]

امام شافعیؒ اور مقاصدی فکر کی اساس

اصول: الأحكام تدور مع عللها، الأحكام تدور مع عللها وجودًا وعدمًا

امام شافعیؒ نے واضح کیا کہ احکام کی نافذیت علت کے وجود یا عدم پر منحصر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حکم کی وجہ موجود ہو تو حکم نافذ ہوتا ہے، اور اگر علت موجود نہ ہو تو حکم نافذ نہیں ہوتا۔ یہ اصول مقاصدی استدلال کی ابتدائی شکل ہے اور بعد کے فقہاء نے اسے علمِ مقاصد کے نظام کی بنیاد کے طور پر اپنایا۔[16]

مثال: نمازِ سفر میں قصر

نمازِ سفر میں قصر کی اجازت مشقت کی وجہ سے دی گئی ہے:

وجود علت (مشقت موجود) ← حکم نافذ (نماز قصر)

عدم علت (مشقت نہ ہو) ← حکم نافذ نہیں

یہ مثال واضح کرتی ہے کہ حکم بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ علت و حکمت کے مطابق نافذ ہوتا ہے۔[17]

علت و حکمت کا فرق

علت: حکم کا حقیقی سبب، جو حکم کے وجود کا بنیادی بنیاد ہے۔

حکمت: شریعت کا مقصد یا انسانی مصلحت، جو علت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔

مثال: زکوٰۃ کی علت مال کی حفاظت، اور حکمت معاشرتی عدل و فلاح ہے۔ یہ فرق مقاصدی فہم کے لیے اہم ہے کیونکہ یہ ہمیں حکم کے پیچھے غایت اور مقصد کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔[18]

امام الجوینیؒ: مقاصدی فکر کی منہجی تشکیل

مصالح کی ثلاثی تقسیم

امام الجوینیؒ نے مقاصدِ شریعت کو تین درجوں میں تقسیم کیا:

---

[13] ابن القيم، إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج 3، ص 3

[14] البخاري، كتاب فضائل القرآن، ج 6، ص 226

[15] الطبري، تاريخ الأمم والملوك، ج 4، ص 208

[16] الشافعي، الرسالة، ص 508–509

[17] الشافعي، الرسالة، ص 509–510

[18] الشافعي، الرسالة، ص 514

وَالْمَصَالِحُ عَلَى ثَلَاثِ مَرَاتِبَ: ضَرُورِيَّاتٌ، وَحَاجِيَّاتٌ، وَتَحْسِينِيَّاتٌ[19]

یہ تقسیم اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ شریعت انسان کی زندگی کو بامقصد، متوازن اور حکمت پر مبنی نظامِ حیات عطا کرتی ہے، جو بقا، سہولت اور حسنِ زندگی—تینوں کو مدنظر رکھتی ہے۔

اوّل: ضروریات (الضروریات)

تعریف و اہمیت

ضروریات وہ بنیادی مصالح ہیں جن پر انسانی زندگی، دینی نظام اور اجتماعی نظم کا دارومدار ہے۔ ان میں خلل دین، جان اور معاشرہ تینوں کو متاثر کرتا ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک ضروریات پانچ ہیں:

حفظِ دین

حفظِ نفس

حفظِ عقل

حفظِ مال

حفظِ نسل[20]

1۔ حفظِ دین

مقصد: انسان کے ایمان، عبادات اور دینی شناخت کی حفاظت

شرعی مثالیں: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، ارتداد کی حرمت

عملی مثال: اگر کسی علاقے میں نماز کا اجتماعی نظام ختم ہو جائے تو دینی شناخت مٹنے لگتی ہے

2۔ حفظِ نفس

مقصد: انسانی جان کو ظلم، قتل اور ہلاکت سے محفوظ رکھنا

شرعی مثالیں: قصاص، خودکشی کی حرمت، بھوکے اور مجبور کی کفالت

عملی مثال: اگر قتل پر قانون نہ ہو تو معاشرہ خونریزی کا شکار ہو جائے گا

3۔ حفظِ عقل

مقصد: انسانی عقل کو فساد، نشہ اور گمراہی سے بچانا

شرعی مثالیں: شراب اور منشیات کی حرمت، تعلیم کی ترغیب

عملی مثال: نشہ عقل کو زائل کر دیتا ہے، جس سے انسان جرائم اور دین سے دوری کا شکار ہو جاتا ہے

4۔ حفظِ مال

مقصد: انسان کی ملکیت، معاشی حقوق اور معاشرتی توازن کی حفاظت

شرعی مثالیں: چوری کی حرمت، زکوٰۃ، سود کی ممانعت

عملی مثال: اگر مال محفوظ نہ ہو تو معاشرتی انتشار پیدا ہو گا

5۔ حفظِ نسل

---

[19] البرھان، ج2، ص747

[20] الجوینی، البرھان، ج2، ص748

مقصد: خاندانی نظام، نسب اور اخلاقی پاکیزگی کا تحفظ

شرعی مثالیں: نکاح، زنا کی حرمت، پردہ

عملی مثال: اگر نکاح کا نظام ٹوٹ جائے تو معاشرہ بے راہ روی، نفسیاتی مسائل اور نسبی انتشار کا شکار ہو جائے گا[21]

دوم: حاجیات (الحاجیات)

تعریف و اہمیت

حاجیات وہ مقاصد ہیں جو زندگی سے غیر ضروری مشقت اور تنگی کو دور کرتے ہیں۔ ان کے بغیر زندگی ختم نہیں ہوتی، مگر مشکل ہو جاتی ہے۔

مثالیں

سفر میں نماز قصر، مریض اور مسافر کے لیے روزہ چھوڑنا، معاملات میں گنجائش (بیع سلم، اجارہ، شرکت)

عملی مثال

اگر مسافر کو ہر حال میں مکمل نماز اور روزہ لازم ہو تو شریعت ناقابلِ عمل بن جائے۔ حاجیات انسان کی سہولت، صحت اور مشقت کم کرنے کے لیے وضع کی گئی ہیں۔[22]

سوم: تحسینیات (التحسینیات)

تعریف و اہمیت

تحسینیات وہ مقاصد ہیں جو انسانی زندگی کو اخلاقی، تہذیبی اور جمالیاتی حسن عطا کرتے ہیں۔

مثالیں

طہارت و صفائی: وضو، غسل، پاک لباس، آدابِ معاشرت: سلام، اجازت، نرم گفتگو، لباس و وضع قطع: سادگی، ستر پوشی، تکبر اور فحاشی سے اجتناب

عملی مثال

اگر معاشرہ قانونی طور پر زندہ ہو مگر اخلاقی لحاظ سے گرا ہوا ہو تو وہ اسلامی معاشرہ نہیں کہلا سکتا۔[23]

امام ابو حامد الغزالیؒ کی نظری وضاحت اور تحدید

فکری پس منظر

امام غزالیؒ (505ھ) نے مقاصدِ شریعت کو ایک واضح اور محدود نظری ڈھانچہ دیا تاکہ مصلحت کو ذوقی یا غیر متعین بنیاد پر استعمال نہ کیا جا سکے۔ ان کے نزدیک شریعت کا ہر حکم انسانی فلاح اور مصلحت عامہ کے لیے ہے، لیکن اس فلاح کے غیر محدود تعابیر غلط استنباط کا باعث بن سکتے ہیں۔

اصولی بیان

"مقصود الشارع من الخلق خمسة: حفظ دينهم، ونفسهم، وعقلهم، ونسلهم، ومالهم[24]"

ترجمہ:

شارع کا مقصد مخلوق کے حق میں پانچ چیزوں کی حفاظت ہے: دین، جان، عقل، نسل اور مال۔

تفصیل

حفظ دین: عبادات اور ایمان کی حفاظت

حفظ نفس: جان و زندگی کی حفاظت

---

[21] الغزالي، المستصفى، ج 1، ص 286

[22] الجويني، البرهان، ج 2، ص 750

[23] الجويني، البرهان، ج 2، ص 751

[24] المستصفى من علم الأصول، ج 1، ص 286

حفظ عقل: فہم، شعور اور علم کی حفاظت

حفظ نسل: خاندانی نظام اور نسب کی حفاظت

حفظ مال: ملکیت، وسائل اور معاشرتی عدل کی حفاظت

الغزالیؒ نے اس تحدید سے یہ یقینی بنایا کہ فقہ میں مصلحت کی جانچ پانچ مقاصد کی بنیاد پر ہو۔ اس سے فقہی احکام زیادہ منظم، معقول اور انسانی فلاح کے قریب ہوئے۔[25]

امام عزالدین بن عبدالسلامؒ اور مقاصد کی عملی تطبیق

فکری پس منظر

امام عزالدین بن عبدالسلامؒ (660ھ)، جنہیں سلطان العلماء کہا جاتا ہے، نے مقاصدی فکر کو محض نظری تک محدود نہیں رکھا بلکہ فقہی احکام میں عملی طور پر نافذ کیا۔

ان کا اصولی بیان یہ ہے:

"الشريعة كلها مصالح، إما درء مفاسد أو جلب مصالح"

ترجمہ:

شریعت کا ہر حکم یا تو کسی نقصان کو دور کرنے کے لیے ہے یا کسی فائدے کو حاصل کرنے کے لیے۔

عملی وضاحت

اضطراری حالات میں جھوٹ: اگر سچ بولنے سے جان کو خطرہ لاحق ہو اور جھوٹ سے حفاظت ممکن ہو تو جھوٹ جائز ہے، کیونکہ حفظِ نفس اعلیٰ مقصد ہے۔

حالات کے مطابق احکام کا اطلاق: ہر حکم کے اطلاق میں نتائج، ترجیحات اور حالات کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔

مقاصد کے مطابق استنباط: فقہی فیصلے صرف نصوص کے لفظی مطابق نہیں بلکہ مقاصد کی روشنی میں کیے جاتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر مقاصدی فکر کو عملی فقہ میں بنیادی معیار بناتا ہے۔

امام ابو اسحاق الشاطبیؒ اور مقاصدی فکر کی تکمیل

فکری پس منظر

امام الشاطبیؒ (790ھ) نے مقاصدِ شریعت کو جامع، مربوط اور منظم علمی نظام کی صورت دی۔ انہوں نے واضح کیا کہ شریعت کے احکام صرف نصوص یا جزوی دلائل پر نہیں بلکہ بندوں کی دنیا و آخرت کی فلاح اور مصلحت پر مبنی ہیں۔

اصولی بیان

"وَضْعُ الشَّرَائِعِ إِنَّمَا هُوَ لِمَصَالِحِ الْعِبَادِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"[26]

"لا يصح العملَ شرعًا إلا إذا وافق قصد الشارع[27]**"**

ترجمہ:

شریعت کا وضع بندوں کی دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے ہے، اور کوئی عمل اس وقت تک شرعاً درست نہیں جب تک وہ شارع کے مقصد کے مطابق نہ ہو۔

تفصیل

مقاصد کی جامعیت: احکامِ شریعت کی بنیاد مقاصدِ علیا ہیں، جو انسانی فلاح، معاشرتی عدل، اخلاقی حسن کو یقینی بناتے ہیں۔

عمل اور مقصد کا تعلق: ہر فقہی عمل کی شرعی صحت کا معیار یہ ہے کہ آیا وہ شارع کے مقاصد کے مطابق ہے یا نہیں۔

---

[25] الغزالي، المستصفى من علم الأصول، ج 1، ص 286

[26] الموافقات في أصول الشريعة، ج 2، ص 8

[27] الموافقات، ج 2، ص 302

نصوص کے ساتھ توازن: مقاصد کو نصوص کے ساتھ جوڑ کر اجتہاد میں آزادی اور لچک پیدا کی گئی، جس سے فقہِ اسلامی ایک زندہ اور متوازن نظام بن گئی۔[28]

مقاصدِ شریعت اور فقہی استنباط پر اثرات

وسعت اور لچک: فقہ نے نصوص کے ساتھ انسانی ضروریات، معاشرتی حالات اور اخلاقی اقدار کو ملحوظ رکھا۔

توازن: مقاصد کے اصول نے فقہ کو جمود اور شدت سے محفوظ رکھا اور رحمت، عدل اور سہولت کو نمایاں کیا۔

فقہی معیار: ہر حکم یا اجتہاد کو اب یہ معیار ملا کہ وہ انسانی فلاح اور مصلحت کے اصول کے مطابق ہے۔

امام غزالیؒ: نظری تکمیل

مقصود الشارع من الخلق خمسة: حفظ دينهم، ونفسهم، وعقلهم، ونسلهم، ومالهم[29]

امام غزالیؒ نے مقاصدِ شریعت کی نظری بنیاد مضبوط کی اور اسے فقہی استدلال کے ساتھ مربوط کیا، تاکہ احکام کی تعبیر انسانی اور معاشرتی مصلحت کے مطابق ہو۔

امام عزالدین بن عبدالسلامؒ: عملی تطبیق

الشريعة كلها مصالح، إما درء مفاسد أو جلب مصالح[30]

مثال

اضطراری حالات میں جھوٹ جائز ہے کیونکہ حفظِ نفس اعلیٰ مقصد ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت حالاتِ اضطرار یہ اور مقاصدِ علیا کے مطابق احکام کو لچکدار رکھتی ہے۔

امام شاطبیؒ: نقطۂ عروج

وَضْعُ الشَّرَائِعِ إِنَّمَا هُوَ لِمَصَالِحِ الْعِبَادِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لا يصح العمل شرعًا إلا إذا وافق قصد الشارع[31]

یہ بیان مقاصدی فکر کو مکمل اور منظم علمی نظام کا درجہ دیتا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت کا ہر حکم انسانی مصلحت اور غایت کے مطابق ہے۔ **نتائج تحقیق**

1۔ مقاصدِ شریعت فقہ کی روح ہیں

2۔ امام الجوینیؒ نے منہجی بنیاد رکھی

3۔ امام غزالیؒ نے نظری تکمیل دی

4۔ امام عزؒ نے عملی اصول فراہم کیے

5۔ امام شاطبیؒ نے مکمل نظام تشکیل دیا

مصادر و مراجع

الجويني، إمام الحرمين: البرهان في أصول الفقه، دار الكتب العلمية، ج2، ص747

الغزالي، أبو حامد: المستصفى من علم الأصول، دار المعرفة، ج1، ص286

الشاطبي، أبو إسحاق: الموافقات في أصول الشريعة، دار ابن عفان، ج2، ص5–302

ابن عبد السلام، عزالدين: قواعد الأحكام في مصالح الأنام، دار الكتب العلمية، ج1، ص9

ابن القيم، محمد بن أبي بكر: إعلام الموقعين عن رب العالمين، دار الجيل، ج3، ص3

الشافعي، محمد بن ادريس: الرسالة، دار الحلبي، القاهرة، ص508–514

القرطبي، محمد بن أحمد: الجامع لأحكام القرآن، ج12، ص32

[28] الشاطبي، الموافقات في أصول الشريعة، ج2، ص8–302

[29] المستصفى، ج1، ص286

[30] قواعد الأحكام، ج1، ص9

[31] الموافقات، ج2، ص8–302

البخاري، محمد بن إسماعيل: صحيح البخاري, كتاب فضائل القرآن، ج6، ص226
الطبري، محمد بن جرير: تاريخ الأمم والملوک, ج4، ص208
ابن قدامة، المقدسي: المغني, ج3، ص221